اشارات

سیاست، تجارت، صنعت وحرفت، اور علوم وفنون کے میدانوں میں مغربی قوموں کے حیرت انگیز اقدامات کو دیکھ کر بہت سے دل اور دماغ سخت دہشت زدہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید ان قوموں کی ترقی لازوال ہے۔ دنیا پر ان کے غلبہ وتسلط کا دائمی فیصلہ ہو چکا ہے۔ ربع مسکون کی حکومت، اور عناصر کی فرمانروائی کا انھیں ٹھیکہ دیدیا گیا ہے۔ اور ان کی طاقت ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی ہے کہ کسی کے اکھاڑے نہیں اکھڑ سکتی۔

ایسا ہی گمان ہر زمانے میں ان سب قوموں کے متعلق کیا جا چکا ہے۔ جو اپنے اپنے وقت کی غالب قومیں تھیں مصر کے فراعنہ، عرب کے عاد وثمود، عراق کے کلدانی، ایران کے اکاسرہ، یونان کے جہانگیر فاتح، روم کے عالمگیر فرمانروا، اسلام کے جہاں کشا مجاہد، تاتار کے عالم سوز سپاہی، سب اس کرۂ خاکی کے اسٹیج پر اسی طرح غلبہ وقوت کے تماشے دکھا چکے ہیں۔ ان میں سے جس جس کے کھیل کی باری آئی، اس نے اپنی چلت پھرت کے کرتب دکھا کر اسی طرح دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ہر قوم جب اٹھی ہے تو وہ اسی طرح دنیا پر چھا گئی ہے، اسی طرح اس نے چار دانگ عالم میں اپنی شوکت وجبروت کے ڈنکے بجائے ہیں اسی طرح دنیا نے مبہوت ہو کر گمان کیا ہے کہ ان کی طاقت لازوال ہے۔ ———— مگر جب ان کی اجل پوری ہو گئی اور حقیقت میں لازوال طاقت رکھنے والے فرمانروا نے ان کے زوال کا اٹل فیصلہ صادر کر دیا، تو وہ ایسے گرے کہ اکثر تو صفحۂ ہستی سے ناپید ہی ہو گئے، اور بعض کا نام ونشان اگر دنیا میں باقی رہا بھی تو وہ اس طرح کہ وہ اپنے محکوموں کے محکوم ہوئے اپنے غلاموں کے غلام بنے، اپنے مغلوبوں سے مغلوب ہو کر رہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ

قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (۳: ۱۴)

کائنات کا نظام کچھ اس طور پر واقع ہوا ہے کہ اس میں کہیں سکون اور ٹھیراؤ نہیں ہے۔ ایک پیہم حرکت، تغیر اور گردش ہے جو کسی چیز کو ایک حالت پر قرار نہیں لینے دیتی۔ ہر کون کے ساتھ ایک فساد ہے، ہر بناؤ کے ساتھ ایک بگاڑ ہے، ہر بہار کے ساتھ ایک خزاں ہے، ہر چڑھاؤ کے ساتھ ایک اتار ہے، اور اسی طرح اس کا عکس بھی ہے۔ ایک ماشہ بھر کا دانہ آج ہوا میں اڑا اڑا پھرتا ہے، کل وہی زمین میں استحکام حاصل کرکے ایک تناور درخت بن جاتا ہے، پرسوں وہی سوکھ کر پیوند خاک ہو جاتا ہے، اور پھر فطرت کی نمو بخشنے والی قوتیں اسے چھوڑ کر کسی دوسرے بیج کی پرورش میں لگ جاتی ہیں۔ یہ زندگی کے اتار چڑھاؤ ہیں۔ انسان جب ان میں سے کسی ایک حالت کو زیادہ طویل مدت تک جاری رہتے ہوئے دیکھتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ یہ حالت دائمی ہے۔ اگر اتار ہے تو سمجھتا ہے کہ اتار ہی رہے گا۔ اگر چڑھاؤ ہے تو خیال کرتا ہے کہ چڑھاؤ ہی رہے گا۔ لیکن یہاں فرق جو کچھ بھی ہے دیر اور سویر کا ہے۔ دوام کسی حالت میں بھی نہیں ہے۔ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳: ۱۴)

دنیا کے حالات ایک طرح کی دوری حرکت میں گردش کر رہے ہیں۔ پیدائش اور موت، جوانی اور بڑھاپا، قوت اور ضعف، بہار اور خزاں، شگفتگی اور پژمردگی سب اسی گردش کے مختلف شئون ہیں۔ اس گردش میں باری باری سے ہر چیز پر ایک دور اقبال کا آتا ہے جس میں وہ بڑھتی ہے، پھلتی ہے، قوت اور زور دکھاتی ہے، حسن اور بہار کی نمائش کرتی ہے حتیٰ کہ اپنی ترقی کی انتہائی حد کو پہنچ جاتی ہے، پھر ایک دوسرا دور ادبار کا آتا ہے جس میں وہ گھٹتی ہے، مرجھاتی ہے، ضعف اور ناتوانی میں مبتلا ہوتی ہے، اور آخر کار وہی قوتیں اس کا خاتمہ کر دیتی ہیں جنھوں نے اس کی ابتدا کی تھی۔

یہ اپنی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اور دنیا کی سب چیزوں کے مانند یہی سنت انسانی

بھی جاری ہے، خواہ اس کو فرد کی حیثیت سے لیا جائے، یا قوم کی حیثیت سے: ذلت اور عزت، عسر اور یسر، تنزل اور ترقی۔ اور ایسی ہی دوسری تمام کیفیات اسی دوری حرکت کے ساتھ مختلف افراد اور مختلف قوموں میں تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ باری باری سے سب پر یہ دور گزرتے ہیں۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس تقسیم میں کلیۃً محروم رکھا گیا ہو، یا جس پر کسی ایک کیفیت کو دوام بخشا گیا ہو، عام اس سے کہ وہ اقبال کی کیفیت ہو یا ادبار کی۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (۳۳: ۸)

روئے زمین کے چپہ چپہ پر ہم کو ان قوموں کے آثار ملتے ہیں جو ہم سے پہلے ہو گزری ہیں۔ وہ اپنے تمدن، تہذیب، اپنی صنعت و کاریگری، اپنی ہنرمندی و چابک دستی کے ایسے نشانات دنیا میں چھوڑ گئی ہیں جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آجکل کی ترقی یافتہ اور غالب قوموں سے کچھ کم نہ تھیں بلکہ اپنے ہم عصروں پر ان کا غلبہ کچھ ان سے زیادہ ہی تھا۔ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا ۳۰: مگر پھر ان کا حشر کیا ہوا؟ اقبال سامنے دیکھ کر وہ دھوکہ کھا گئے۔ نعمتوں کی بارش نے ان کو غرہ میں ڈال دیا۔ خوشحالی ان کے لئے فتنہ بن گئی۔ غلبہ اور حکومت سے مغرور ہو کر وہ جبار و قہار بن بیٹھے۔ انہوں نے اپنے کرتوتوں سے اپنے نفس پر آپ ظلم کرنا شروع کر دیا۔ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (۱۱: ۱۰) خدا نے ان کی سرکشی کے باوجود ان کو ڈھیل دی۔ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ (۲۲: ۶) اور یہ ڈھیل بھی کچھ معمولی ڈھیل نہ تھی۔ بعض قوموں کو صدیوں تک یونہی ڈھیل دی جاتی رہی۔ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (۲۲: ۶) مگر یہ مہلت ان کے لئے ایک نیا فتنہ بن گئی۔ وہ سمجھے کہ خدا ان کی تدبیروں کے مقابلہ میں عاجز آگیا ہے۔ اور اب دنیا پر خدا کی نہیں ان کی حکومت ہے۔ آخر کار قہر الٰہی بھڑک اٹھا۔ ان کی طرف سے نظر عنایت پھر گئی۔ اقبال کے بجائے ادبار کا دور آگیا۔ ان کی چالوں کے مقابلہ میں خدا بھی ایک چال چلا۔ مگر خدا کی چال ایسی تھی کہ وہ اس کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے پھر اس کا

توڑ کہاں سے کرتے وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۷: ۵۰) خدا کی چال سامنے سے نہیں آتی خود انسان کے اندر سے اس کے دماغ اور دل میں سرایت کر کے اپنا کام کرتی ہے۔ وہ انسان کی عقل، اس کے شعور، اس کی تمیز، اس کی فکر، اس کے حواس پر حملہ کرتی ہے۔ وہ اس کے بیتے کی آنکھیں پھوڑ دیتی ہے، وہ اس کو آنکھوں کا اندھا نہیں بلکہ عقل کا اندھا بنا دیتی ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (۲۲: ۴۶)۔ اور جب اس کے دل کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں تو ہر تدبیر جو وہ اپنی بہتری کے لیے سوچتا ہے، وہ الٹی اس کے خلاف پڑتی ہے۔ ہر قدم جو وہ کامیابی کے مقصود کی طرف بڑھاتا ہے، وہ اس کو ہلاکت جہنم کی طرف لے جاتا ہے اس کی ساری قوتیں خود اس کے خلاف بغاوت کر دیتی ہیں۔ اور اس کے اپنے ہاتھ اس کا گلا گھونٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۲۷: ۵۱)

اس اقبال و ادبار کا ایک مکمل نقشہ ہم کو آل فرعون اور بنی اسرائیل کے قصے میں ملتا ہے۔ اہل مصر جب ترقی کے انتہائی مدارج کو پہنچ گئے تو انہوں نے ظلم و سرکشی پر کمر باندھی ان کے بادشاہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا، اور ایک کمزور قوم بنی اسرائیل کو جو حضرت یوسف کے زمانے میں وہاں جا کر آباد ہو گئی تھی۔ حد سے زیادہ جور و ستم کا تختہ مشق بنایا آخر جب اس کی اور اہل مصر کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو خدا نے ارادہ کیا کہ ان کو نیچا دکھائے اور اسی ضعیف قوم کو سربلند کرے جس کو وہ ہیچ سمجھتے تھے، چنانچہ اللہ کا ارادہ پورا ہوا اس ضعیف قوم میں حضرت موسیٰ پیدا کئے گئے، ان کو خود فرعون کے گھر میں خود اس کے ہاتھوں سے پرورش کرایا گیا اور انھیں اس خدمت پر مامور کیا گیا کہ اپنی قوم کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ انھوں نے فرعون کو نرمی کی راہ سے سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا خدا کی طرف سے فرعون اور اس کی قوم کو مسلسل تنبیہیں کی گئیں قحط پر قحط پڑے طوفان پر طوفان آئے۔ خون برسا، ٹڈی دل، ان کی کھیتیوں کو چاٹ گئے۔ جوؤں اور مینڈکوں نے ان کو خوب ستایا، مگر ان کے

تکبر میں فرق نہ آیا۔ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۷: ۱۶) جب تمام حجتیں ایک ایک کر کے ختم ہوچکیں تو عذاب الٰہی کا فیصلہ نافذ ہوگیا۔ خدا کے حکم سے حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل گئے فرعون اپنے لشکروں سمیت سمندر میں غرق کر دیا گیا اور مصر کی طاقت ایسی تباہ ہوئی کہ صدیوں تک نہ ابھر سکی۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ۔ (۲۸: ۴) —

پھر بنی اسرائیل کی باری آئی مصری قوم کو گرانے کے بعد کائنات کے حقیقی فرمانروا نے اس قوم کو زمین کی حکومت بخشی جو دنیا میں ذلیل و خوار تھی وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (۷: ۱۶) اور اس کو دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت عطا فرمائی وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲: ۶)

مگر یہ فضیلت اور وراثت ارضی حسن عمل کی شرط کیساتھ مشروط تھی۔ حضرت موسیٰ کی زبان سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ تم کو زمین کی خلافت دی تو ضرور جائیگی۔ مگر اس بات پر بھی نظر رکھی جائے گی کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ (كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ) اور یہ وہ شرط ہے جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ جس قوم کو بھی زمین کی حکومت دی جاتی ہے اس پر یہی شرط لگا دی جاتی ہے ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۰: ۲)

پس جب بنی اسرائیل نے اپنے رب سے سرکشی کی، اس کے کلام میں تحریف کی، حق کو باطل سے بدل دیا، حرام خواری، جھوٹ، بے ایمانی اور عہد شکنی کا شیوہ اختیار کیا، زر پرست، حریص، بزدل اور آرام طلب بن گئے، اپنے انبیاء کو قتل کیا، حق کی طرف بلانے والوں سے دشمنی کی، ائمہ خیر سے منہ موڑا، ائمہ شر کی اطاعت اختیار کی تو رب العالمین کی نظر ان کی طرف سے بھی پھر گئی۔ ان سے زمین کی وراثت چھین لی گئی۔ ان کو عراق، یونان،

اور روم کے جابر سلاطین سے پامال کرایا گیا، ان کو گھر سے بے گھر کردیا گیا۔ ان کو ذلت و خواری کے ساتھ ملک ملک کی خاک چھنوائی گئی، اور حکومت کا استحقاق ہمیشہ کے لئے ان سے چھین لیا گیا۔ تین ہزار برس سے وہ خدا کی لعنت میں ایسے گرفتار رہوئے ہیں۔ کہ دنیا میں ان کو کہیں عزت کا ٹھکانا نہیں ملتا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (۲ : ۷)

آج اسی سنت الٰہی کا اعادہ پھر ہماری نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے جس شامت اعمال میں پچھلی قومیں گرفتار ہوئی تھیں اسی شامت نے آج مغربی قوموں کو آن پکڑا ہے جتنی تنبیہیں ممکن تھیں وہ سب ان کو دی جاچکی ہیں۔ جنگ عظیم کے مصائب، معاشی مشکلات، بے کاری کی کثرت، امراض خبیثہ کی شدت، نظام عائلی کی برہمی۔ یہ سب کھلی ہوی روشن آیات ہیں، جن سے وہ اگر آنکھیں رکھتے تو معلوم کرسکتے تھے کہ ظلم، سرکشی، نفس پرستی، اور حق فراموشی کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان آیات سے سبق نہیں لیتے حق سے منہ موڑنے پر برابر اصرار کئے جارہے ہیں۔ ان کی نظر علت مرض تک نہیں پہونچتی۔ وہ صرف آثار مرض کو دیکھتے ہیں۔ اور انہی کا علاج کرنے میں اپنی ساری تدبیریں صرف کرڈالتے ہیں۔ اس لئے جوں جوں دوا کی جاتی ہے مرض بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اب حالات کہہ رہے ہیں کہ تنبیہوں اور حجتوں کا دور ختم ہونے والا ہے۔ اور آخری فیصلے کا وقت قریب ہے۔

قدرت الٰہی نے دو زبردست شیطان مغربی قوموں پر مسلط کردیے ہیں۔ جو ان کو ہلاکت اور تباہی کی طرف کھینچے لئے جارہے ہیں۔ ایک قطع نسل کا شیطان ہے اور دوسرا جنگ کا شیطان۔ پہلا شیطان ان کے افراد پر مسلط ہے اور دوسرا ان کی قوموں اور سلطنتوں پر۔ پہلے نے ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کی عقلیں خراب کردی ہیں وہ خود ان کے اپنے ہاتھوں سے ان کی نسلوں کا استیصال کرارہا ہے۔ وہ انھیں منع حمل کی تدبیریں سجھاتا ہے، اسقاط حمل پر آمادہ کرتا ہے، عمل تعقیم (Sterilisation) کے فوائد بتاتا ہے جس سے وہ اپنی

قوت تولید کا بیج ہی مار دیتے ہیں۔ انھیں اتنا شقی القلب بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو آپ ہلاک کرتے ہیں۔ غرض شیطان وہ ہے جو تدریج ان سے خود کشی کرا رہا ہے۔

دوسرے شیطان نے ان کے بڑے بڑے سیاسی مدبروں اور جنگی سپہ سالاروں کی صحیح فکر و صحیح قوت سلب کر لی ہے۔ وہ ان میں خود غرضی، مسابقت، منافرت، عصبیت، اور حرص و طمع کے جذبات پیدا کر کے وہ ان کو مخاصم اور معاند گروہوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ انھیں ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھایا جا رہا ہے جو عذاب الٰہی کی ایک صورت ہے اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (۶:۶۵) ... کو ایک بڑی زبردست خود کشی کے لئے تیار کر رہا ہے، جو تدریجی نہیں بلکہ آنی ہوگی۔ اس نے تمام دنیا میں بارود کے خزانے جمع کر دیے ہیں۔ اور جگہ جگہ خطرے کے مرکز بنا رکھے ہیں۔ اب وہ صرف ایک وقت کا منتظر ہے کہ اس کا وقت آیا وہ کسی ایک خزانۂ باروت کو شتابہ دکھا دے گا۔ اور پھر آن کی آن میں وہ تباہی نازل ... جس کے آگے تمام پچھلی قوموں کی تباہیاں ہیچ ہو جائیں گی

یہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کسی قسم کا مبالغہ نہیں ہے۔ بلکہ یورپ امریکہ اور جاپان میں آئندہ جنگ کے لئے جس قسم کی تیاریاں کی جا رہی ہیں، ان کو دیکھ دیکھ کر خود ان قوموں کے اہل بصیرت لرز رہے ہیں اور اس جنگ کے نتائج کا تصور کر کے ان کے حواس باختہ ہوے جاتے ہیں۔ حال میں سرجل نیومان (Sergel Neumann) نے جو پہلے امریکہ کے ملٹری اسٹاف کا ایک رکن تھا، آئندہ جنگ پر ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ آئندہ جنگ محض فوجوں کی لڑائی نہیں ہوگی بلکہ اسے ایک قتل عام کہنا چاہئے جس میں عورتوں اور بچوں تک کو نہ چھوڑا جائیگا۔ سائنس دانوں کی عقل نے جنگ کا کام سپاہیوں سے چھین کر کیمیاوی مرکبات اور بے روح آلات کے سپرد کر دیا ہے۔ جو مقاتل (Combatant) اور غیر مقاتل (Non Combatant) میں تمیز کرنے سے قاصر ہیں اب محاربات ...

کی لڑائی، میدانوں اور قلعوں میں نہیں بلکہ شہروں اور بستیوں میں ہوگی کیونکہ جدید نظریہ کے مطابق غنیم کی اصلی قوت فوجوں میں نہیں بلکہ اس کی آبادیوں، اس کی تجارتی منڈیوں اور صنعتی کارگاہوں میں ہے۔

اب ہوائی جہازوں سے طرح طرح کے بم برسائے جائیں گے جن سے آتش فشاں مادے زہریلی ہوائیں اور امراض کے جراثیم نکل کر وقت واحد میں ہزاروں لاکھوں کی آبادی کو نیست و نابود کر دیں گے ان میں سے ایک قسم کے بم (Lewisite Bombs) ایسے ہیں جن کا ایک گولہ لندن کی بڑی سے بڑی عمارت کو پارہ پارہ کر سکتا ہے۔ ایک زہریلی ہوا (Green Cross gass) کے نام سے موسوم ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس کو سونگھے گا وہ ایسا محسوس کریگا کہ گویا پانی میں ڈوب گیا ہے۔ ایک دوسری قسم کی زہریلی ہوا (Yellow Cross) میں سانپ کے زہر کی سی خاصیت ہے، اور اس کے سونگھنے سے بالکل وہی اثرات ہوتے ہیں۔ جو سانپ کے کاٹنے سے ہوتے ہیں۔ اسی قسم کی بارہ[12] زہریلی ہوائیں اور بھی ہیں جو تقریباً غیر مرئی ہیں۔ اُن کے اثرات ابتداءً بالکل محسوس نہیں ہوتے، اور جب محسوس ہوتے ہیں تو تدبیر علاج کے امکانات باقی نہیں رہتے۔ ان میں سے ایک خاص ہوا ایسی ہے جو بہت بلندی پر پہنچ کر پھیل جاتی ہے، اور جو ہوائی جہاز اس کے حلقہ سے گذرتا ہے اس کا چلانے والا یکایک اندھا ہوجاتا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس قسم کی ہوائیں اگر ایک ٹن کی مقدار میں شہر پیرس پر چھوڑی جائیں تو ایک گھنٹہ کے اندر اس کو کلیۃً تباہ کیا جا سکتا ہے اور یہ ایسا کام ہے جس کو انجام دینے کے لئے صرف ۰۰ا ہوائی جہاز کافی ہیں۔

حال میں ایک برقی آتش فشاں گولہ ایجاد کیا گیا ہے جس کا وزن صرف ایک کیلو گرام ہوتا ہے مگر اتنے سے گولہ میں یہ قوت ہے کہ جب کسی چیز سے اس کا تصادم ہوتا ہے تو دفعتہً تین ہزار درجہ فارن ہیٹ کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور اس سے ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے جو کسی چیز سے بجھائی نہیں جا سکتی۔ پانی اس کے حق میں

پیٹرول ثابت ہوا ہے اور ابھی تک سائنس اس کے بجھانے کا کوئی طریقہ دریافت نہیں کر سکا ہے۔ خیال یہ ہے کہ ان گولوں کو شہروں کے بڑے بڑے بازاروں پر پھینکا جائے گا تاکہ اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ جائے، پھر جب لوگ سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگیں گے تو ہوائی جہازوں سے زہریلی ہواؤں کے بم برسائے جائیں گے، جن سے تباہی کی تکمیل ہو جائے گی۔

ان ایجادات کو دیکھ کر ماہرین فن نے اندازہ لگایا ہے کہ چند ہوائی جہازوں سے دنیا کے بڑے سے بڑے اور محفوظ دارالسلطنت کو دو گھنٹوں میں پیوند خاک کیا جا سکتا ہے۔ لاکھوں کی آبادی کو اس طرح مسموم کیا جا سکتا ہے کہ رات کو اچھے خاصے سوئیں اور صبح کو ایک بھی زندہ نہ اٹھے۔ زہریلے مادوں سے ایک پورے ملک میں پانی کے ذخائر کو مسموم، مواشی اور حیوانات کو ہلاک، کھیتوں اور باغوں کو غارت کیا جا سکتا ہے، ان تباہ کن حملوں کی مدافعت کا کوئی مؤثر ذریعہ ابھی تک ایجاد نہیں ہوا ہے۔ بجز اس کے کہ دونوں محارب فریق ایک دوسرے پر اسی طرح حملے کریں اور دونوں ہلاک ہو جائیں۔

یہ آئندہ جنگ کی طیاریوں کا ایک مختصر بیان ہے۔ اگر آپ تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہوں تو کتاب (**What would be the Character of a New war**) ملاحظہ کیجئے، جو جنیوا کی انٹرپارلیمنٹری یونین نے باقاعدہ تحقیقات کے بعد شائع کی ہے۔ اس کو پڑھ کر آپ اندازہ کر لیں گے کہ مغربی تہذیب نے کس طرح اپنی ہلاکت کا سامان اپنے ہاتھوں فراہم کیا ہے۔ اب اس کی عمر کا امتداد صرف اعلان جنگ کی تاریخ تک ہے، جس روز دنیا کی دو بڑی سلطنتوں کے درمیان جنگ چھڑی اسی روز سمجھ لیجئے کہ مغربی تہذیب کی تباہی کے لئے خدا کا فیصلہ صادر ہو چکا، کیونکہ دو بڑی سلطنتوں کے میدان میں اتر آنے کے بعد کوئی چیز جنگ کو عالمگیر ہونے سے نہیں بچا سکتی۔ اور جب جنگ عالمگیر ہو گی تو تباہی بھی عالمگیری ہی ہو گی

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۳۰ : ۵) ۔ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کئے ہوئے کرتوتوں نے خشکی اور تری میں فساد رونما ہوگیا ہے، تاکہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ شاید وہ اب بھی رجوع کریں

بہرحال اب قریب ہے کہ وراثت ارضی کا نیا بندوبست ہو، اور ظالمین و مسرفین کو گرا کر کسی دوسری قوم کو جو غالباً مستضعفین ہی میں سے ہوگی، زمین کی خلافت پر سرفراز کیا جائے۔ دیکھنا ہے کہ اس مرتبہ حضرت حق کی نظر انتخاب کس پر پڑتی ہے۔

ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آئندہ کونسی قوم اٹھائی جائے گی۔ یہ اللہ کی دین ہے جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ اور جس کو چاہتا عطا کرتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (۳ : ۲) مگر اس معاملہ میں بھی اس کا ایک قانون ہے جسے اس نے اپنی کتاب عزیز میں بیان فرما دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک قوم کو جب وہ اس کے بُرے اعمال کی وجہ سے گراتا ہے، تو اس کی جگہ کسی ایسی قوم کو اٹھاتا ہے جو اس مغضوب قوم کی طرح بدکار اور اس کے مانند سرکش نہ ہو۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (۴۷ : ۴) اگر تم نے روگردانی کی تو وہ تمہارے بجائے کسی اور قوم کو اٹھائے گا۔ پھر وہ لوگ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل جو کمزور اور مغلوب النفس قومیں مغربی تہذیب کی نقالی کر رہی ہیں۔ اور فرنگی اقوام کے محاسن کو (جو تھوڑے بہت ان میں باقی رہ گئے ہیں) اختیار کرنے کے بجائے ان معائب کو اختیار کر رہی ہیں جو ان کے مغضوب ہونے کی علت ہیں ان کے لئے آئندہ انقلاب میں کامیابی و سرفرازی کا کوئی موقع نہیں ہے۔